تفسیر معدن الجواہر کا تجزیاتی مطالعہ

محمد سعود عالم قاسمی

قرآن کریم صحیفہ حکمت و ہدایت ہے، یہ آسمانی کتابوں کا ماحصل اور خلاصہ کائنات ہے۔ یہ معانی اور مفاہیم کا بے کراں سمندر ہے، اس کی افادیت لامحدود اور اس کی حکمتیں بے نظیر ہیں۔ یہ انسان کے روحانی، اخلاقی، سماجی اور سیاسی امراض کا نسخہ کیمیا ہے، یہ ہر دور اور ہر ماحول میں لوگوں کا رہنما ہے، اور انسانوں کے لیے ایک کامل دستور حیات ہے، قرآن کا تعارف اللہ نے ان لفظوں میں کرایا ہے

وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ (انعام : ۵۹)	خشک و ترسب کچھ ایک کھلی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

قرآن کریم کی اسی جامعیت اور ہمہ جہتی کی طرف حضرت ابوبکر الصدیق رضؓ نے اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے۔

لو ضاع لی عقال لوجدته فی کتاب اللہ	اگر اونٹ باندھنے کی رسی بھی گم ہو جائے تو میں اسے کتاب اللہ میں تلاش کر لوں گا۔

عربی، فارسی، اردو اور دنیا کی سینکڑوں زبانوں میں قرآن کریم کے ہزاروں تراجم و تفاسیر خود اس بات کا زندہ ثبوت ہیں کہ قرآن کبھی نہ ختم ہونے والا حکمت و ہدایت کا مصدر اور سرچشمہ ہے، ورنہ پہلی تفسیر کے بعد دوسری تفسیریں زائد از ضرورت ہو جاتیں، اسی لیے عہد صحابہؓ سے لے کر آج تک ہر دور میں اعلیٰ صلاحیت کے حامل علماء اور دانشوروں نے قرآن کریم کی تفسیر اور علوم قرآن کی اشاعت کو اپنی علمی سرگرمیوں کا مرکز و محور بنایا۔ علماء کرام کی تفسیری کوششوں کا محرک اگر ایک طرف خدائے پاک کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا رہا ہے تو دوسری طرف قرآن کے معانی و مفاہیم کی وضاحت، اس کے پیغام کی اشاعت اور بدلتے ہوئے حالات میں قرآن کے احکام و ضوابط کا

انطباق اور نفاذ بھی پیش نظر رہا ہے۔

ہندوستان میں اسلام کی اشاعت اگرچہ عرب، ماوراالنہر اور ایران کے بعد ہوئی اور انہی ممالک سے آئے ہوئے علماء اور تاجروں کے ذریعہ ہوئی، مگر قرآن کریم کی خدمت اور اشاعت کے معاملہ میں ہندوستان مذکورہ ممالک سے ہرگز پیچھے نہیں رہا، بلکہ بعض پہلوؤں سے ان کے مقابل یا ممتاز سمجھا گیا۔ عہد سلطنت میں اور اس کے بعد بھی اسلامی علوم وفنون میں سب سے زیادہ توجہ قرآن کریم اور اس کے علوم پر دی گئی، کیونکہ قرآن ایمان ویقین کا مدار بھی ہے اور علوم وفنون کا سرچشمہ بھی۔ اگر قرآن جامع علوم وعرفان اور معانی ومفاہیم کا بے کراں سمندر ہے تو اہل علم کی یہ کوشش بجا ہے کہ وہ علم و فن کی مختلف جہتوں اور زاویوں سے قرآن کریم کا مطالعہ کریں اور اپنی اپنی صلاحیت اور استطاعت کے مطابق اس سے درشاہ وار برآمد کریں۔ چونکہ فرد کی طرح ہر دور اور ہر ماحول کی ایک شعوری سطح ہوتی ہے۔ اس لیے قرآن کریم کے مفاہیم بھی اسی کے مطابق لوگوں پر آشکارا ہوتے ہیں، پھر ہر دور کی علمی کوششوں پر اس دور کے حالات و رجحانات کا اثر ہوتا ہے اس لیے قرآن کریم کی تفسیروں میں اس رنگ وآہنگ کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔

تفسیری رجحانات :

ہندوستان میں عربی، فارسی، اردو اور دیگر زبانوں میں جو تفسیری خدمات انجام دی گئیں ان پر ان کے عہد کا اور کم از کم ان کے مصنف کے فکری وعملی رجحان کا انعکاس بھی پایا جاتا ہے۔ گو کہ مفسرین کا مقصد آیات قرآنی کی وضاحت اور تشریح وتطبیق ہے، مگر یہ وضاحت وہ اپنے زاویہ نظر کے تحت ہی کرتے ہیں اور اس زاویہ نظر کو بنانے میں فکری، علمی اور اعتقادی رجحانات اور حالات کا بھی دخل ہوتا ہے۔ یہ رجحانات کبھی تو قرآن کریم کی روح سے ہم آہنگ ہوتے ہیں اور کبھی اس سے مختلف بھی، چنانچہ مختلف ادوار میں ہندوستان میں جو تفسیریں لکھی گئیں ان کو بھی ہم اس کلیہ سے الگ نہیں کرسکتے۔ ان میں سے بیشتر تفاسیر تو وہ ہیں جن کو تفسیر بالماثور کے ضمن میں رکھا جاسکتا ہے اور بعض وہ ہیں جو تفسیر القرآن بالقرآن کے نقطۂ نظر سے لکھی گئیں ہیں، یعنی قرآن کی تشریح خود قرآنی آیات سے، اس کی مثال مولانا ثناء اللہ امرتسری م ۱۳۶۷ھ کی تفسیر القرآن

بکلام الرحمن ہے[1]۔ بعض تفسیریں وہ ہیں جو فقہی رجحان کی نمائندگی کرتی ہیں اس کی مثال شیخ کلیم اللہ جہان آبادی م ۱۱۴۱ھ کی قرآن القرآن اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر مظہری ہے[2]۔ بعض تفسیروں پر تصوف و سلوک اور طریقت کا رنگ غالب ہے، اس کی نمائندہ تفسیر محمد بن احمد شریحی تھانیسری کی کاشف الحقائق و قاموس الدقائق اور شیخ نظام الدین تھانیسری م ۱۰۳۶ھ کی تفسیر نظامی ہے[3]۔ بعض تفسیریں کلامی انداز پر مرتب کی گئیں ہیں۔ اس رجحان کی نمائندہ تفسیر ابوالمنصور محمد ناصر الدین کی تبجیل التنزیل ہے[4]۔ بعض تفسیریں ان روایات کو سامنے رکھ کر لکھی گئیں جو اہل بیت سے مروی ہیں۔ اس کی نمائندہ تفسیر ابوالمجد محبوب عالم گجراتی کی تفسیر ہے[5]۔ بعض تفسیریں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں لکھی گئیں۔ اس کی نمائندہ تفسیر ملا معین الدین کی تفسیر سیرت النبی اور حاجی عبدالوہاب خلجی م ۹۳۲ھ کی تفسیر ہے[6]۔ بعض تفسیریں قرآن کے نظم و ربط کے پیش نظر مرتب کی گئیں اس کی نمائندہ تفسیر شیخ علاؤالدین علی مہائمی ۸۳۵ھ کی تبصیر الرحمان و تیسیر المنان ہے[7]۔ بعض تفسیریں طلاقت لسانی اور زبان دانی کے نقطۂ نظر سے صنعت اہمال میں لکھی گئیں اس کی نمائندہ تفسیر فیضی کی سواطع الالہام ہے[8]۔ بعض تفسیریں گروہی اور مسلکی خدمت کے لیے لکھی گئیں اس کی نمائندہ تفسیر منہج الصادقین، خلاصۃ المنہج[9] اور تفسیر علی رضا شیرازی ہیں[10]۔ بعض تفسیریں کسی اہم تفسیر کا خلاصہ اور انتخاب کے طور مرتب کی گئیں اس کی مثال محمد بن احمد خواجگی کی تفسیر، خواجہ حسین ناگوری کی تفسیر بحر المعانی اور خواجہ محمد معصوم کے حکم سے مرتب کی گئی تفسیر لب الفوائد ہیں[11]۔ بعض تفسیریں وہ بھی ہیں جن میں ان میں سے بیشتر رجحانات کی نمائندگی کی گئی ہے اور بعض تفسیریں نثر کے بجائے نظم میں لکھی گئیں اس کی مثال سید محمد نوربخش ۸۶۹ھ کی منظوم تفسیر ہے[12]۔

عہدِ سلطنت میں قدیم تفاسیر کی مدد سے ایک نئی تفسیر رقم کرنے کا رجحان بھی عام تھا، اس سلسلہ میں آٹھویں صدی ہجری میں فیروز شاہ تغلق کے وزیر امیر تاتارخاں کے ایماء سے علماء کی ایک ٹیم نے ایک ضخیم تفسیر مرتب کی جو اہم تفاسیر کا خلاصہ تھی یہ تفسیر تاتارخانی کے نام سے موسوم ہے[12]۔ صفی ابن ولی قزوینی نے اورنگ زیب عالمگیر کی صاحبزادی زیب النساء بیگم کی فرمائش پر زیب التفاسیر مرتب کی۔ یہ تفسیر، مفاتیح الغیب، الکشاف، بیضاوی، بحر مواج اور تفسیر نیشاپوری

کا خلاصہ ہے[۱۳]۔ قاضی عبدالوہاب گجراتی نے "زبدۃ التفاسیر للقدماء والمشاہیر" کے نام سے قابل ذکر تفاسیر کا انتخاب مرتب کیا[۱۴]۔ اسی نوعیت کی فارسی زبان میں آخری مفصل تفسیر معدن الجواہر ہے، اس کے مصنف ملا حبیب اللہ انصاری فرنگی محلی م ۱۲۷۰ھ ہیں۔ اس میں بیشتر اہم تفاسیر کا خلاصہ اور انتخاب جمع کیا گیا ہے اور مختلف تفسیری رجحانات کی نمائندگی کی گئی ہے۔ ضخامت و جامعیت انداز گفتگو اور نکات بحث کے لحاظ سے ہندوستان کے فارسی ذخیرہ تفاسیر میں یہ گراں قدر اہمیت کی حامل ہے۔

مصنف کے حالات :

مولانا ولی اللہ بن حبیب اللہ انصاری ۱۱۸۲ھ مطابق ۱۷۶۸ء میں فرنگی محل میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ملا حبیب اللہ خود بھی عالم دین تھے اور اپنے بڑے بھائی بحر العلوم ملا مبین سے استفادہ کیا تھا۔ معقول ذریعہ آمدنی میسر نہ ہونے کی وجہ سے میر سعد الدین خاں رسالہ دار ملازم شجاع الدولہ کی فوج میں شامل ہو کر گورکھپور چلے گئے تھے۔ والد کی غیر موجودگی میں ولی اللہ کی تعلیم و تربیت کا مناسب انتظام نہ ہو سکا جن اساتذہ کو ان کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری سونپی گئی وہ کثرت تلامذہ کی وجہ سے ان کی طرف کم ہی توجہ دیا کرتے تھے۔ والدہ ان کی تعلیم کی طرف سے خاص طور پر فکر مند تھیں، یہاں تک کہ وہ ان کو ساتھ لے کر اپنے والد مفتی محمد یعقوب فرنگی محلی (م ۱۱۷۳ھ) کے گھر لکھنؤ چلی گئیں، وہاں ولی اللہ نے اپنے بڑے ماموں ملا عبد القدوس سے ہدایت النحو تک تعلیم حاصل کی[۱۵]۔ مولانا ولی اللہ نے تفصیل سے اپنے حالات اپنی کتاب اغصان اربعہ میں لکھے ہیں۔ مولانا ولی اللہ کا بیان ہے کہ "میں نے مختصرات درس اپنے والد ماجد سے پڑھے اور شرح جامی سے لے کر مسلم الثبوت تک اپنے چچا ملا محمد مبین م ۱۲۲۵ھ سے پڑھا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ایک عرصہ تک تکمیل میں کوشاں رہا، متقدمین کی تصانیف کے مطالعہ میں بیشتر وقت صرف کرتا اور متاخرین کے اقوال کی تحقیق میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتا ایک عمر درس و تدریس میں بسر کی اور ایک زمانہ تصنیف و تالیف میں گذارا، بہت پریشانیاں دیکھیں مگر حفظ و حمایت الٰہی کو سب پر غالب پایا"[۱۶]

مولانا ولی اللہ نے بالترتیب تین شادیاں کیں ان سے دو صاحب زادیاں اور تین

صاحبزادے تولد ہوئے۔ مولانا نے اٹھاسی سال کی عمر میں ۱۲۰۲ھ کو وفات پائی [۱۸]

علمی خدمات:

مولانا ولی اللہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے انہوں نے پہلے درس و تدریس کی ذمہ داری سنبھالی اور ایک عرصہ تک جو تقریباً نصف صدی پر محیط ہے تدریسی خدمات انجام دیں۔ ان کے شاگردوں کا سلسلہ بہت وسیع ہے ان کے ایک معاصر عالم شمس العلما مولانا محمد نعیم فرنگی محلی م ۱۲۹۰ھ نے علمائے فرنگی محل کے شاگردوں کی جو فہرست لکھی ہے اس کے مطابق مولانا ولی اللہ کے تلامذہ کی تعداد ترسٹھ تک پہونچتی ہے [۱۹]۔ ان میں اہل سنت اور اہل تشیع دونوں شامل ہیں۔ مولانا عبد الحیؒ نے نزہۃ الخواطر میں مولانا ولی اللہ کی تدریسی خدمات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وبذل جهدهٔ فی التدریس علی	وہ درس و تدریس میں اس طرح
ان انتهت الیه الریاسة العلمیة	منہمک ہوئے کہ شہر لکھنؤ کی علمی سرداری ان
بمدینة لکھنؤ وانتفع به خلق	پر تمام ہوئی اور مخلوق کی بڑی تعداد نے
کثیر [۱۹]	ان سے استفادہ کیا۔

مولانا ولی اللہ نے تصنیف و تالیف کا آغاز عہد جوانی میں کیا، گویا تدریس کے ساتھ وہ وقت نکال کر تصنیف و تالیف میں بھی مشغول رہے، رسالہ الیقاظات ان کے عہد جوانی کی تصنیف ہے، تذکرہ علمار فرنگی محل کے مصنف نے اس رسالہ کی تاریخ آغاز ۱۲۰۰ھ لکھی ہے [۲۰]۔ آخر عمر میں مولانا تدریس سے دست بردار ہو کر تصنیف و تالیف کے لیے یکسو ہو گئے تھے، ان کی تالیف کا میدان تفسیر، فقہ، عقائد اور منطق و فلسفہ ہے۔ ان کی تصانیف میں بیشتر شروح و حواشی اور بعض مستقل تصانیف ہیں، فہرست تصانیف حسب ذیل ہے۔

(۱) حاشیہ میر زاہد (مخطوطہ) (۲) حاشیہ میر زاہد (ملا جلال) (مخطوطہ) (۳) رسالہ الیقاظات در بحث علم (مخطوطہ) (۴) شرح رسالہ الیقاظات (مخطوطہ) (۵) شرح سلّم العلوم (مخطوطہ) (۶) رسالہ در بحث کلامی ہذا کاذب (مخطوطہ) (۷) حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ (مخطوطہ) (۸) التنبیہات فی بحث تشکیک الماہیات (مطبوعہ) (۹) حاشیہ بر حاشیہ کمال شرح عقائد (مخطوطہ) (۱۰) حاشیہ علی عروۃ الوثقیٰ (مخطوطہ)

(۱۱) حاشیہ بر میر زاہد شرح مواقف (مخطوط) (۱۲) نفائس الملکوت شرح مسلم الثبوت (مخطوط) (۱۳) حاشیہ بر ہدایہ (چار جلدیں) (مخطوط) (۱۴) عمدۃ الوسائل للنجاۃ (مخطوط) (۱۵) اعضان اربعہ (مطبوعہ) (۱۶) مراۃ المومنین فی مناقب ال سید المرسلین (مخطوط) (۱۷) کشف الاسرار فی خصائص سید الابرار (مخطوط) (۱۸) آداب السلاطین (مخطوط) (۱۹) شرح غایۃ العلوم (مخطوط) (۲۰) شرح معارج العلوم (مخطوط) (۲۱) تذکرۃ المیزان (مخطوط) (۲۲) تکملہ شرح سلم از ملا عبدالحق (مخطوط) (۲۳) تکملہ شرح سلم از ملا حسن (مخطوط) (۲۴) معدن الجواہر (سات جلدیں) (مخطوط)

ان کے علاوہ بھی کچھ تصانیف تھیں جو ان کے وارثوں کی بے احتیاطی کے سبب ضائع ہو گئیں[۲۱]۔ مولانا کی ان تصانیف کی اہل علم کی نظر میں کیا قدر و قیمت ہے اس کا اندازہ مولانا شاہ سلیمان پھلواری کے اس بیان سے لگایا جاسکتا ہے وہ کہتے ہیں "استاذ معظم یعنی مولانا عبدالحیؒ علمائے فرنگی محل میں سب سے زیادہ مولانا ولی اللہ کی کتب کا مطالعہ فرمائے اور سب سے زیادہ ان کی تعریف میں کلمات ارشاد فرمائے"[۲۲]۔ مذکورہ تالیفات میں تفسیر معدن الجواہر سب سے زیادہ ضخیم، وقیع اور جامع ہے اس میں مصنف کی علمی قابلیت اور مختلف علوم و فنون پر ان کی دسترس کا ثبوت ملتا ہے، یوں تو فقہی و منطقی خدمات کی بدولت ہندوستان میں علمائے فرنگی محل کا نام ہمیشہ عزت و احترام کا مستحق رہے گا لیکن قرآن کریم کی تفسیر لکھ کر مولانا ولی اللہ نے علماء فرنگی محل کے وقار و اعتبار کو بہت بلند کر دیا۔ مفتی محمد عنایت اللہ انصاری فرنگی محلی کے بقول" فرنگی محل میں آپ پہلے وہ عالم ہیں جس نے تفسیر قرآن مجید تحریر فرمائی، آپ کے قبل اور آپ کے بعد کسی نے قرآن کی خدمت اس قدر نہیں کی جس قدر آپ نے کی[۲۳]۔

معدن الجواہر :

معدن الجواہر فارسی زبان میں اپنی نوعیت کی منفرد، مفصل، مطول اور جامع تفسیر ہے، یہ ہنوز مخطوطہ ہے اور مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی کے شعبہ مخطوطات کی زینت ہے[۲۴]۔ سات جلدوں میں چار ہزار چھ سو چھیاسی صفحات پر مشتمل اس ضخیم تفسیر کی تالیف میں مولف نے کتنا وقت صرف کیا ہوگا اس کی کوئی وضاحت نہیں ملتی۔ البتہ اس تفسیر کی تکمیل ۱۲۴۰ھ میں ہوئی ہے جیسا کہ

مصنف نے تصریح کی ہے ؁ گویا مصنف کی وفات سے تقریباً تیس سال قبل یہ تفسیر مکمل ہوچکی تھی اس زمانہ میں مصنف پر تدریسی ذمہ داریاں بھی تھیں، اگر ان کی اس ذمہ داری اور دیگر مشاغل کو پیش نظر رکھا جائے تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کم از کم ساتھ آٹھ سال قبل ضرور اس تفسیر کا آغاز کیا گیا ہوگا۔ اس خیال کو اس بات سے بھی تقویت ملتی ہے کہ مصنف نے اس تفسیر کو لکھنے کے سلسلے میں دو محرکات کا ذکر کیا ہے۔ ایک تو مہدی علی خاں بہادر رسیہ دار جنگ کی خواہش وامرار جن کو علوم و فنون خاص طور پر قرآن کی تفسیر کی معرفت کا بڑا شوق تھا دوسرے کچھ طلبار کی درخواست جو قرآن مجید پڑھتے تھے اور بعض مقامات پر ان کو دشواری پیش آتی تھی وہ ان کی تسہیل و تفہیم چاہتے تھے بقول مصنف

ثم الحاجۃ علی تفسیر موضح لذالک	"تا گر موصوف نے درخواست کی کہ ان
مع بسط غیر ممل وایجاز غیر مخل بالسان	مشکل مقامات کی توضیح کے لیے میں فارسی
الفارسیۃ فیکون اعم النفع واتم	زبان میں تفسیر لکھوں جو نہ زیادہ طویل ہو
الفائدۃ ؎	اور نہ زیادہ مختصر تاکہ اس سے پورا فائدہ
	ور نفع عام ہو"

یہی وجہ ہے کہ اس تفسیر کی تالیف قرآنی ترتیب کے لحاظ سے نہیں لکھی گئی بلکہ طالب علم کی درسی ضرورت کے اعتبار سے کی گئی۔ چونکہ طالب علم کے درس میں اس وقت سورۃ ابراہیم تھی اس لیے مصنف نے اسی سورۃ سے تفسیر کا آغاز کیا اور الناس تک کی تفسیر مکمل کی، پھر سورۃ یونس کی تفسیر لکھی اور اس کے بعد سورۃ الفاتحہ سے بقیہ سورتوں کی تفسیر لکھی یہاں تک کہ پورے قرآن کی تفسیر مکمل ہوئی۔

معدن الجواہر کا ماخذ :

اس ضخیم تفسیر کو لکھتے وقت مصنف نے قرآن و حدیث کے گہرے علم کے ساتھ ہر مکتب فکر کے علمار کی تفاسیر کو سامنے رکھا اور دستیاب شدہ متعدد تفسیری کتب سے استفادہ کیا۔ ان میں بعض تفاسیر کا مصنف نے تفسیر کے مقدمہ میں تذکرہ کیا ہے اور بعض دوسری تفاسیر کے حوالے اور اقتباسات آیات و سور کی تفسیر میں جابجا ملتے ہیں۔ علمار احناف

کی تفسیروں میں عبداللہ بن احمد محمود نسفی کی مدارک التنزیل، علامہ سلیمان زاہدی کی تفسیر زاہدی، کمال الدین واعظ کاشفی کی تفسیر حسینی (المواہب العلیہ) اور شاہجہان آباد کے علماء کی تفسیریں بھی سامنے رکھیں۔ علماء شوافع میں امام فخرالدین رازی کی تفسیر کبیر (مفاتیح الغیب) علامہ حافظ محمد حسین بغوی کی معالم التنزیل اور علامہ ثعلبی کی انوار التنزیل سے استفادہ کیا، علماء اہل تشیع میں علامہ طبرسی کی مجمع البیان، فتح اللہ بن شکراللہ کاشانی کی منہج الصادقین کا خلاصہ اور دوسری تفسیریں پیش نظر رہیں۔ ان کے علاوہ علامہ ابن جریر طبری کی تفسیر القرآن، جاراللہ زمخشری کی الکشاف عن حقائق التنزیل، ابوبکر محمد بن عبداللہ کی احکام القرآن اور خواجہ عبداللہ انصاری کی کشف الاسرار وعدۃ الابرار اور بحر الحقائق کے[۲۸] حوالے اور اقتباسات ملتے ہیں۔ مذکورہ تفاسیر کے علاوہ تاریخ، فقہ، تصوف اور کلام کی کتابوں کے حوالے بھی موجود ہیں۔ مصنف نے ان تفاسیر کو غالباً اس لیے بھی پیش نظر رکھا ہے کہ آیات کے مفہوم کی وسعت اور جامعیت کا اندازہ ہو سکے، مختلف مکاتب فکر کے رجحانات کی نمائندگی اور نشاندہی کی جا سکے اور ان میں سے بہتر قول کو ترجیح دی جا سکے۔ چنانچہ مصنف نے پوری تفسیر میں مذکورہ کتابوں کے اقوال و اقتباسات طویل اور مختصر نقل کیے ہیں اور حسب ضرورت ان پر نقد بھی کیا ہے، درحقیقت معدن الجواہر مذکورہ تفاسیر کا خلاصہ اور نچوڑ ہے، بلکہ اسے حسن انتخاب کہنا چاہیے۔ چنانچہ مصنف لکھتے ہیں:

> "و ایں کمترین خوشہ چینان علماء کرام ایں ثمر آخر ذخیرۃ الآخرۃ خواستہ انتخاب از تفاسیر چند نمودہ تفسیری در عبارت فارسی کہ مفید خاص و عام باشد تالیف دادہ و نام ایں معدن الجواہر نہادہ و تا مقدور در اہتمام الفاظ و معانی او کشیدم"[۲۹]
>
> (علماء کرام کے خوشہ چینیوں میں اس کمترین نے اس ثمر آخر کو ذخیرۂ آخرت سمجھتے ہوئے چند تفاسیر سے انتخاب کر کے فارسی زبان میں ایک ایسی تفسیر تالیف کی جو ہر خاص و عام کے لیے مفید ہو اور اس کا نام معدن الجواہر رکھا اور حتی المقدور اس کے الفاظ و معانی کی تحقیق و توضیح کا اہتمام کیا)

مقدمہ تفسیر :

اس تفسیر کی پہلی جلد جو ناقص الاخر ہونے کے باوجود ۲۶۹ اوراق پر مشتمل ہے، تفسیر معدن الجواہر کا مقدمہ ہے۔ اس میں اصول تفسیر، علوم القرآن، غریب القرآن، اعجاز القرآن، امثال القرآن، معرفت ناسخ و منسوخ، آداب تلاوت، معانی القرآن، قصص القرآن، معرفت قرات اور طبقات مفسرین وغیرہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ مقدمہ کے آخر میں احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں سورتوں کے فضائل اور اسباب نزول بھی مختصراً بیان کیے گئے ہیں تاکہ مطالعہ تفسیر کے دوران ان کو قاری متعلقہ سورتوں پر تطبیق دیتا چلا جائے، اس سے سورۃ کا مفہوم اور مرکزی مضمون کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

اس طویل مقدمہ میں مصنف نے اپنی طرف سے نئے مباحث نہیں چھیڑے ہیں، نہ نئے گوشوں کا اضافہ کیا ہے اور نہ ہی کسی نئی ترتیب و اسلوب سے اسے مرتب کیا ہے بلکہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب الاتقان فی علوم القرآن کا ترجمہ فارسی میں کر دیا ہے اور جہاں ضرورت محسوس کی ہے تقدیم و تاخیر اور تلخیص و اضافہ سے کام لیا ہے، مصنف نے مقدمہ کے آغاز اور اختتام پر اس کا اعتراف بھی کیا ہے[۲۵] اگرچہ مقدمہ مولف کی فکری کاوشوں کا نتیجہ نہیں ہے تاہم اتقان کو فارسی میں منتقل کر دینا بھی ایک قابلِ قدر خدمت ہے کیونکہ ہمارے علم کی حد تک اس سے پہلے ہندوستان کے کسی عالم نے اس مفید کتاب کا فارسی میں ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔ اور نہ اس موضوع پر اس قدر مفصل کوئی طبع زاد کتاب لکھی گئی۔ البتہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) نے ایک مختصر اور جامع کتاب اتقان ہی کی روشنی میں الفوز الکبیر کے نام سے لکھی جو ہند و پاک کے مدارس دینیہ میں جلالین کے ساتھ پڑھائی جاتی ہے۔

اس مفصل و مکمل تفسیر میں جن باتوں کی رعایت کی گئی ہے مصنف کے الفاظ میں وہ یہ ہیں:

"جامعا لانواع لطائف هذا العلم، حاویا بالاوصاف .... مما لا بد فی معرفة القراة والاعراب واللغات والمعضلات والمعانی والجهات واسباب النزول والاخبار والقصص، والآثار والحدود والاحکام

والعلام والحرام ..... مائلا عن التعصب والاعتساف معرضا عن البغض والعناد، مع اطالته للکلام فی توضیح الکلام۔[۱۳۱]

(یہ علم تفسیر کے متنوع لطائف کو جامع ہے اور ان اوصاف اور رموز پر مشتمل ہے جو معرفت قراءت اعراب، لغات، معضلات، معانی، جہات، اسباب نزول اخبار و قصص، آثار، حدود و احکام اور حلال و حرام کی معرفت کے لیے ناگزیر ہیں۔ اس تفسیر میں کلام کی تفصیلی وضاحت کے ساتھ ساتھ توصب و تعسف سے احتراز اور بغض و عناد سے اعراض کیا گیا ہے۔)

انداز تفسیر:

مصنف کا انداز تفسیر تفصیلی اور تجزیاتی ہے اور اسلوب کلامی اور استدلالی ہے، وہ ہر آیت بلکہ آیت کے ہر جزو کی تفسیر متعدد وجوہ سے کرتے ہیں۔ آیات کے مختلف پہلوؤں کو موضوع بحث بنا کر بالترتیب ان پر گفتگو کرکے پہلے احادیث و آثار اور پھر مفسرین کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ اکثر و بیشتر ان اقوال کو بلا ترجیح و تطبیق جمع کرتے ہیں، غالباً ان کا منشا یہ ہوتا ہے کہ آیت کی جامعیت دیکھی جائے مثلاً سورۃ الکوثر میں کوثر کی تفسیر میں مصنف نے بہت سے اقوال نقل کیے ہیں اور آخر میں لکھا ہے "ولفظ محتمل ایں ہمہ است"[۱۳۲] (اور لفظ میں ان تمام معانی کا احتمال ہے) کبھی کبھی ان اقوال میں ترجیح و تطبیق بھی دیتے ہیں جیسا کہ "ھن ام الکتاب واخر متشابہات" کی تفسیر میں دی ہے۔ حسب ضرورت ان پر نقد کرتے ہیں اور اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ نحوی و صرفی اور لغوی بحث کے ساتھ فقہی اور کلامی مسائل کو بھی زیر بحث لاتے ہیں مثال اور ممثل لہ میں مطابقت کو ظاہر کرتے ہیں پھر اس تفسیر پر جو اعتراضات ہو سکتے ہیں ان کو نقل کرکے جواب دیتے ہیں، مختلف مکاتب فکر کی آرا اور نقاط نظر کو سامنے لاتے ہیں اور ان کی وضاحت و تصحیح بھی کرتے ہیں۔ اگر کسی آیت کے سلسلہ میں تفصیلی بحث کی ضرورت محسوس کرتے ہیں تو ناگزیر گفتگو کرکے مصادر و مراجع کا حوالہ دیکر ان کے مطالعہ کی سفارش کرتے ہیں۔ امام رازی کی تفسیر مفاتیح الغیب کے بارے میں مولف کی رائے عام علماء سے مختلف

نہیں ہے وہ بھی یہ سمجھتے ہیں کہ اس تفسیر میں غیرضروری مباحث بھی درج کر دئے گئے ہیں، اس کے باوجود وہ عام طور پر مفاتیح الغیب کا حوالہ دیتے اور طویل اقتباسات نقل کرتے ہیں مثلاً سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"و ایں مجموع اقوال مردم است در مسمار ایمان در عرف شرع و استدلال ہریک در کتب کلامیہ مذکور است و بعضے ازاں در مفاتیح الغیب مبسوط، اگر خواہی باں رجوع کن و ایں در تفسیر آیت قدر مذکور کافی است"[۳۳]

(یہ جو کچھ عرض کیا گیا وہ عرف شرع میں ایمان کے مفاہیم کے بارے میں علماء کے اقوال کا خلاصہ ہے، ان میں سے ہر ایک کا استدلال علم کلام کی کتابوں میں مذکور ہے۔ ان میں سے کچھ مفاتیح الغیب (للرازی) میں بتفصیل موجود ہیں۔ اگر چاہو تو وہاں رجوع کر لو اور یہ مذکورہ بحث آیت کی تفسیر کے لیے کافی ہے)

بعض دوسرے مقامات پر بھی انھوں نے اپنے اسی انداز بیان کی وضاحت کی ہے[۳۴]

تفسیر سورۃ الفاتحہ :

مولف نے سورۃ الفاتحہ کی تفسیر بڑے شرح و بسط کے ساتھ کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ سورہ فاتحہ تمام آسمانی صحیفوں کا خلاصہ ہے، اس طرح کہ سورۃ فاتحہ ام الکتاب یعنی اصل اور جوہر قرآن ہے اور قرآن آسمانی صحیفوں کا خلاصہ ہے، اس سلسلہ میں انہوں نے بعض روایات سے بھی استشہاد کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

"چوں از قرآن چند چیز مقصود است (۱) الٰہیات (۲) معاد (۳) نبوت (۴) خلافت ایں سورہ بر چہار مشتمل است، پس ام القرآن و اصل آں باشد زیرا کہ قول الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم، دلالت می کند بر الٰہیات، و قول او مالک یوم الدین دلالت می کند بر معاد و قول او ایاک نعبد و ایاک نستعین دلالت می کند بر قدرت و نفی جبر بندہ و بر آنکہ انسان فی الجملہ فاعل مختار می باشد و قول او اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم

ولاالضالین دلالت می کند بر اشارت قضا و قدر و بر نبوت و خلافت، پس
چوں مطالب قرآن ایں مطالب چہارگانہ اند وایں سورۃ برآں ہمہ مشتمل است
لقب کردہ شد بام القرآن۳۵؎

(چونکہ قرآن کا مقصود چند چیزیں ہیں (۱) الٰہیات (۲) آخرت (۳) نبوت (۴) خلافت اور یہ سورہ ان تمام پہلوؤں پر مشتمل ہے اس لیے یہ ام القرآن اور اصل قرآن ہے اسی طرح سے کہ الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم الٰہیات پر دلالت کرتا ہے، مالک یوم الدین آخرت پر دلالت کرتا ہے، ایاک نعبد وایاک نستعین انسان کے اختیار اور عدم جبر پر دلالت کرتا ہے یوں کہ انسان فی الجملہ فاعل مختار ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولاالضالین قضا و قدر اور نبوت و خلافت پر دلالت کرتا ہے۔ پس چونکہ مقاصد قرآن یہی چاروں مطالب ہیں اور یہ سورہ ان تمام مطالب پر مشتمل ہے اس لیے اسے ام القرآن کہا گیا)۔

مصنف نے اس سورہ کو ام القرآن قرار دیئے جانے کی پانچ توجیہیں دی ہیں اور ہر توجیہ کو دلائل و نظائر سے مکمل کیا ہے۔

اجتہادی رنگ:

سورہ آل عمران کی آیت "اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ" میں اولی الامر کی تفسیر میں مصنف نے مفسرین کی آرا تفصیل سے نقل کی ہیں اور پھر اپنا نقطہ نظر بیان کیا ہے۔ یہ نقطہ نظر عام مفسروں سے ممتاز بھی ہے اور روح قرآن کے مطابق بھی وہ لکھتے ہیں:

"میگویم کہ ایں معصوم یا مجموع امت است یا بعض امت و معرفت عصمت بعض از
احاد امت دشوار پس معلوم شد معصومیکہ امر کرد خدائے تعالیٰ مومناں را بااطاعت
بعض از ابعاض امت نیست بلکہ مجموع امت است، وہمیں است مراد از
اجماع امت پس ہر کہ است اجماع کردہ بر امامت او مفترض الطاعت است۳۶؎

(میں کہتا ہوں کہ یہ معصوم یا تو امت بحیثیت مجموعی ہے یا بعض امت، اور امت کے
بعض افراد کی معصومیت کی پہچان دشوار ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ مومنوں کو اللہ نے
جس معصوم کے اتباع کا حکم دیا ہے وہ امت کے بعض نہیں بلکہ مجموع امت ہے
اور یہی اجماع امت کا مفہوم ہے پس جس کی امامت پر امت کا اجماع ہو جائے
اس کی اطاعت لازم ہے)

اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ کسی ایک آدمی پر امت کا اجماع ممکن نہیں تو پھر اس آیت سے ان کی اطاعت کی قطعیت کس طرح ثابت ہو سکتی ہے مولف نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اولی الامر کا حقیقی مصداق "اجماع امت" ہے نہ کہ فرد واحد خواہ وہ عالم ہو یا حکمراں یہ اجماع اگر کسی شخص کو اپنا قائد تسلیم کرے تو وہ اولی الامر ہے ورنہ نہیں اور اجماع عوام کا معتبر نہیں بلکہ علما اور صلحا کا معتبر ہے۔

صوفی رجحان :

چونکہ مصنف کا رجحان سلوک و تصوف کی طرف بھی تھا، وہ مولانا انوار الحق سے بیعت بھی تھے اور ان سے غیر معمولی عقیدت رکھتے تھے، اغصان اربعہ انہی کے شجرہ سے متعلق ہے اسلیے تفسیر میں تصوف کا رنگ و آہنگ جا بجا پایا جاتا ہے مثلاً مؤلف نے سورۃ آل عمران کی آخری آیت "یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا" کے تحت مفسرین کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے :

"ایں ہمہ قیل و قال در تفسیر ایں آیت بر طبق اقوال ارباب ظواہر از علمائے تفسیر است
واما انچہ ارباب اسرار و تحقیق گویند معنی انست کہ صبر کنید بر رواں کردن حکم او بر
طاعت، و مصابرت کنید بدلہائی خود با خدائے سبحانہ، و آمادہ باشید با سرار خود"[۳۸]
اس آیت کی تفسیر میں مذکورہ بحث علمائے تفسیر کے اصحاب ظواہر کے اقوال کے
مطابق ہے اور جو ارباب اسرار و تحقیق کہتے ہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ بندگی و
فرمانبرداری میں اللہ کے حکم کے اجرا پر صبر کرو اور خدائے پاک کے ساتھ اپنے دلوں
سے مصابرت کرو اور اپنے اسرار کے ساتھ آمادہ رہو۔

ان مقامات پر جہاں صوفی رجحانات کی نمائندگی کی گئی ہے تصوف کی بعض تاریخی شخصیات مثلاً

امام جعفر صادق، جنید بغدادی، حارث اسلمی، ابوالقاسم قشیری اور دیگر عارفوں کے ملفوظات بھی نقل کیے گئے ہیں اور تصوف کی بعض کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں۔

کلامی رجحان :

پھر چونکہ مصنف کا خاص میدان منطق و فلسفہ ہے اس لیے انداز تفسیر میں اس کا رنگ بھی جھلکتا ہے چنانچہ سورہ آل عمران کی آیت "وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کی تشریح کے ضمن میں رقمطراز ہیں :

تفکر در خلق روا باشد و در خالق ممنوع و حرام زیراکہ تصور بکنہہ حقیقت او محال است اسلوبیکہ بآں میدانم او یعنی آنکہ از جوہر و عرض مرکب نیست بلاشبہ حقیقت او مغایر ایشاں است پس معرفت او معرفت حق نہ باشد" ۳۹

مخلوق میں غور و فکر جائز ہے اور خالق کی ذات میں غور و فکر حرام کیونکہ اس کی حقیقت کا تصور بکنہ محال ہے جس انداز میں اللہ کو میں جانتا ہوں وہ یہ کہ وہ جوہر اور عرض سے مرکب نہیں ہے بلاشبہ اس کی حقیقت اس سے مختلف ہے پس اس طرح اللہ کی معرفت برحق نہ ہوگی"۔

طبی بحث :

اس تفسیر میں بعض مقامات پر علم الادویہ کی بحث بھی ملتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو فن طب سے بھی مناسبت تھی اور اشیا کے خواص اور منافع سے واقفیت حاصل تھی چنانچہ سورہ والتین کی تشریح میں لکھتے ہیں :

"قسم میخورم بانجیر کہ بزرگ ترین میوہا است و نفع ظاہر و باطن اما نفع ظاہر ازاں جملہ ملین طبع است و محلل بلغم، و مطہر کلیتین، و مزیل رگ مثانہ و مفتح سدہ و طحال، و دشمن بدن ۴۰

میں قسم کھاتا ہوں انجیر کی جو سب سے بڑا میوہ ہے اور اس میں ظاہر و باطن

کا نفع ہے۔ منجملہ ان میں سے یہ ہے کہ ہے وہ ملین طبع، محلل بلغم اور مسطہر کلیتین ہے دافع پتھری اور کلیجی وجگر کو کشادہ کرنے والا اور بدن کو فربہ کرنے والا ہے۔

انتخاب از اقوال مفسرین :

مولف نے زیادہ تر مفسرین کے اقوال کا انتخاب اور تفسیروں کے اہم مباحث کے اقتباس جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ اس سے وہ یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہتے ہیں کہ آیت کی تفسیر میں ان تمام مفاہیم کی گنجائش ہے اور الفاظ قرآن ان سب کو شامل ہیں۔ سورۃ آل عمران کی آیت

"أَنزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ مِن قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ (۳-۴)

میں فرقان سے مراد کیا ہے؟ اس ضمن میں مولف نے مفسرین کے چھ اقوال نقل کیے ہیں بعض حضرات اس سے مراد زبور اور بعض قرآن لیتے ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد نصر ہے اور کچھ لوگوں کی نظر میں "وحی غیر متلو" ہے، علامہ طبرسی اس کا مفہوم "برہان قاطع" بیان کرتے ہیں مصنف نے ان سارے اقوال کو تفصیل کے ساتھ نقل کرنے کے بعد امام رازی کا یہ قول بھی لکھا ہے:

"میرے نزدیک اس آیت میں پسندیدہ بات دوسری ہے اور وہ یہ ہے کہ فرقان سے مراد معجزات ہیں، جن کو اللہ نے اس کتاب کے ساتھ نازل کیا ہے" [۴۱]

مولف نے تفسیر کے علاوہ ترجمہ میں بھی مفسروں کے رجحان کو ملحوظ رکھا ہے۔ چنانچہ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً" (البقرہ : ۳۰) میں لفظ خلیفہ کے مفہوم کی تعیین کے سلسلہ میں مفسرین کے خیالات کو نقل کیا ہے اور ترجمہ اس طرح کیا ہے:

چوں بگفت پروردگار تو مر فرشتگاں را بدرستیکہ من آفرینندہ ام در زمین بدلے را از بنی جان و جانشینے ایشاں، یا شخصے را کہ نائب من باشد در رواج دادن حق و زائل ساختن باطل، یا کسیکہ در عمارت زمین خلیفہ شما باشد و در اعانت حق و اہانت باطل خلیفہ من" [۴۲]

جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں جن کا جانشین اور بدل پیدا کرنے والا ہوں یا ایسا شخص پیدا کرنے والا ہوں جو حق کو رواج دینے اور

باطل کو مٹانے میں میرا نائب ہوگا۔ یا اس کو پیدا کرنے جا رہا ہوں جو زمین کی تعمیر میں
تمہارا خلیفہ ہوگا اور حق کی اعانت اور باطل کی اہانت میں میرا خلیفہ ہوگا۔
اس ترجمہ میں مفسرین کے تین طبقوں کی نمائندگی کی گئی ہے۔

لطائف تفسیر:

معدن الجواہر لطائف و نکات تفسیر کے اعتبار سے بھی جامع اور عمدہ کتاب ہے، مولف نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ یہ نکات جمع کیے ہیں مثال کے طور پر "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" کے ذیل میں قرآن کی آیات استعاذہ اور اقوال مفسرین کو جمع کرنے کے بعد استعاذہ کے چھ نکات رقم کیے ہیں۔ نیز اس میں جہالت اور اہل کفر و اہل بدعت کے مذاہب اور فسق و مکروہات کو بھی شامل کیا ہے۔ (۱) استعاذہ مخلوق سے خالق کی طرف عروج ہے (۲) نفس اور اپنی طاقت کے عجز کا اعتراف ہے کیونکہ انکسار کے علاوہ کوئی وسیلہ معتبر نہیں ہے (۳) بندگی پر ثابت قدم رہنا بغیر شیطان سے پناہ کے میسر نہیں آتا (۴) استعاذہ کا راز قادر مختار کی جناب میں التجا ہے جو کہ بندہ سے آفات کو دور کرتا ہے (۵) شیطان انسان کا دشمن ہے اسی لیے آغاز عبادت میں دشمن سے ڈرتا ہے (۶) قرآن کو چھونے کے لیے ظاہری پاکی ضروری ہے اور قرآن کی تلاوت کے لیے باطن کی پاکی لازم ہے اور استعاذہ باطن کی پاکی ہے۔

تطبیق و تنقید:

معدن الجواہر میں مصنف نے صرف مفسرین کے اقوال و اقتباسات ہی نقل نہیں کیے ہیں بلکہ ان سے اختلاف اور ان پر نقد بھی کیا ہے، سورتوں کے فضائل کے سلسلہ میں ابی ابن کعبؓ کے حوالہ سے جو روایتیں آتی ہیں ان میں سے اکثر ساقط الاعتبار ہیں، اس اصول کو رقم کرنے کے بعد الکشاف پر نقد کرتے ہوئے لکھا ہے

"معوذتین کی فضیلت کے سلسلہ میں زمخشری نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے
یہ روایت کی ہے کہ جو شخص معوذتین پڑھے گا وہ ان تمام کتب کا پڑھنے والا سمجھا

جائے گا جو اللہ نے انبیا پر نازل کی ہیں۔ محققوں کے نزدیک یہ روایت جھوٹی اور
من گھڑت ہے"[۴۳]

اسی طرح فضائل سور کی دوسری روایات کو بھی مصنف نے ساقط الاعتبار قرار دیا ہے جو الکشاف میں نقل کی گئی ہیں۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مصنف نے دیگر تفاسیر کی موضوع روایات کی نشاندہی تو کی ہے مگر خود اس اصول پر اپنی تفسیر کو مرتب نہیں کر سکے ہیں، معدن الجواہر میں بعض غیر معتبر روایات بھی ملتی ہیں جن کو مولف نے کتب تفاسیر سے نقل کر دیا ہے مگر ان کی تخریج اور تحقیق کا ان کو موقع نہیں ملا، چنانچہ سورۃ النساء کی فضیلت میں مصنف نے ابی ابن کعب سے روایت نقل کی ہے۔ اسی طرح یہ روایت "من عرف نفسہ عرف ربہ" بھی موضوع ہے۔ اسے حضرت علی رضؓ کا قول تو کہا گیا ہے مگر حدیث نہیں۔ نیز یہ روایت بھی موضوع کہ مصنوعات الٰہی میں ایک لمحہ کا غور و فکر چھ سو سال کی عبادت سے بہتر ہے[۴۴]

مصنف نے معتزلہ، شیعہ، خوارج اور دیگر فرقوں کے نقطہائے نظر سے بھی تعرض کیا ہے اور دیانت داری کے ساتھ ان کے دلائل کو بیان کیا ہے اس سلسلہ میں کسی بخل اور تعصب سے کام نہیں لیا ہے بلکہ بعض مواقع پر تنقید کے ساتھ دفاع بھی کیا ہے۔ مثلاً چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں رکھنا جمہور اہل سنت کے نزدیک حرام ہے اہل تشیع کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ اس کے جواز کے قائل ہیں یہی بات علامہ زاہدی نے اپنی تفسیر میں لکھی ہے، مولف نے اس سے اختلاف کیا ہے اور علامہ زاہدی کے قول کی توجیہہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ شاید اس سے مراد امامیہ کے علاوہ کوئی اور فرقہ ہے انھوں نے لکھا ہے:

"تجویز تزویج نہ زن مذہب ہیچ از شیعہ امامیہ نیست بلی ابن ابی لیلی کہ از قدماء علماء اہل سنت است قائل باں شدہ است"[۴۵]

نو عورتوں سے شادی کا جواز شیعہ امامیہ میں سے کسی کا مسلک نہیں ہے بلکہ ابن ابی لیلی جو اہل سنت کے قدیم علماء میں ہیں اس کے قائل رہے ہیں۔

سورۃ المائدۃ کی آیت "وما اھل لغیر اللہ بہ" کی تفسیر میں مولف نے بغیر نام لیے شاہ ولی اللہؒ پر نقد کرتے ہوئے لکھا ہے:

"جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ہر اس چیز پر محمول ہے جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے خواہ وہ ذبیحہ ہو، صدقہ ہو وغیرہ، وہ جمہور کے قول کے خلاف ہے۔ کیونکہ آیت ذبیحہ سے مخصوص ہے اس کے علاوہ چیزوں کی حرمت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ غیر کے نام سے کسی چیز کا خریدنا خواہ زندہ ہو یا مردہ کسی عالم کے نزدیک حرام نہیں ہے۔ اور نہ اس پر شارع کا نص وارد ہے"۔ [۴۶]

زمخشری نے الکشاف میں جن آیتوں کی تفسیر میں معتزلہ مسلک کی نمائندگی کی ہے مصنف نے اس کی نشاندہی کی ہے اور اس پر نقد کیا ہے۔ مثلاً سورۃ آل عمران کی آیت "فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ (آل عمران: ۱۸۵) کی تفسیر میں رویت باری تعالیٰ سے متعلق"۔ [۴۷]

نظم قرآن:

معدن الجواہر میں خصوصیت کے ساتھ ربط آیات و نظم سور کا اہتمام کیا گیا ہے، ہر سورۃ کے مضمون و مطالب پر اجمالی روشنی ڈالنے کے ساتھ پچھلی سورۃ سے اس کا ربط و نظم دکھایا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مولف مفسرین کے اس طبقہ کی نمائندگی کرتے ہیں جو ربط و نظم کو قرآن فہمی کے سلسلہ میں ضروری قرار دیتے ہیں۔ قدیم علماء تفسیر میں اس موضوع پر علامہ ابو جعفر بن زبیر (م ۷۰۸ھ) نے "البرہان فی مناسبۃ سور القرآن" کے نام سے ایک کتاب لکھی [۴۸] علامہ برہان الدین بقاعی نے "نظم الدرر فی تناسب الآی والسور" لکھی، علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی ایک رسالہ رقم کیا، امام رازی نے اپنی تفسیر مفاتیح الغیب میں اس پر خصوصی توجہ دی۔ شیخ ابو بکر نیشاپوری تو اس سلسلہ میں صدر نشین کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بقول سیوطی ان کے لیے ممبر رکھا جاتا جس پر بیٹھ کر وہ آیتوں کی تفسیر کرتے اور بتاتے کہ فلاں آیت فلاں آیت کے پہلو میں کیوں رکھی گئی اور فلاں سورہ کو فلاں سورہ کے ساتھ رکھنے میں کیا حکمت ہے"

ہندوستان میں بھی بہت سے مفسروں نے اس پر خاص توجہ دی ہے چنانچہ مخدوم علاء الدین علی مہائمی نے تبصیر الرحمان و تیسیر المنان میں، قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے بحر مواج میں قاضی مبارک ناگوری نے منبع عیون المعانی میں، شاہ عبدالعزیز نے فتح العزیز

میں اور مولانا ولی اللہ نے معدن الجواہر میں خاص طور پر اس کو پیش نظر رکھا ہے۔ چنانچہ سورہ رعد اور سورہ یونس کے باہمی ربط پر مصنف نے اس طرح روشنی ڈالی ہے:

"چوں سورہ رعد را سبحانہ و تعالیٰ باثبات رسالت و انزال کتاب ختم فرمود مناسب افتاد کہ شروع نماید دریں سورۃ بیان غرض از رسالت و کتاب" [۴۹]

جب اللہ تعالیٰ نے سورہ رعد کو رسالت کے اثبات اور نزول کتاب پر ختم کیا تو مناسب معلوم ہوا کہ اس سورۃ کو رسالت اور کتاب کے مقاصد بیان کرنے سے شروع کیا جائے۔

سی طرح سورہ بنی اسرائیل اور سورہ الکہف کے باہمی ربط پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بنی اسرائیل کو تحمید، توحید، ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ذکر قرآن پر ختم کیا تو اس سورۃ کو تحمید، ذکر نبی اور ذکر قرآن سے شروع کیا تاکہ اس سورۃ کا آغاز سابقہ سورۃ کے اختتام سے مربوط ہو جائے اور ایک جنس دوسرے جنس سے متصل ہو جائے" [۵۰]

سورہ آل عمران کی آخری آیت کی تفسیر کے ضمن میں بھی وہ ربط آیات کے پہلو اس انداز میں نمایاں کرتے ہیں:

"معلوم ہوا کہ یہ آیت جو کہ اس سورۃ کا خاتمہ ہے حکمتوں کے خزانوں اور روحانیت کے اسرار پر مشتمل ہے اور وہ مختصراً ان تمام علوم اصول و فروع کو محیط ہے جن کا ذکر اس سورۃ میں کیا گیا ہے"۔ [۵۱]

مولانا ولی اللہ کے بعد اردو مفسرین میں بھی مولانا تھانوی اور متعدد عالموں نے اس مسئلہ کو اہمیت دی ہے خاص طور پر مولانا حمید الدین فراہی نے مقدمہ نظام القرآن میں اس کی ضرورت و افادیت کو محسوس کرایا ہے اور مطالعہ قرآن کی راہ کا سنگ میل قرار دیا ہے۔ مولانا فراہیؒ کے نہج پر ان کے شاگرد مولانا امین احسن اصلاحی نے تدبر قرآن تالیف کی ہے۔

معدن الجواہر میں اس طرح کے بہت سے پہلو ہیں جو موضوع بحث و نظر اور قابل استفادہ ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس تفسیر میں مولانا کے عہد کے علمی ثقافتی اور معاشرتی ماحول

کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے اور مناسب مقامات پر آیات کا انطباق بھی خوبصورتی کے ساتھ کیا گیا ہے[۱۵]
میں نے بطور مشتے نمونہ از خروارے محض چند اقتباسات اور طرز ادا کو پیش کر دیا ہے اہلِ ذوق
اصل تفسیر کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

حواشی

۱ محمد ثناء اللہ امرتسری، تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن، مطبع اہلِ حدیث، امرتسر ۱۳۲۱ھ

۲ تفسیر مظہری، مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی، ڈاکٹر سالم قدوائی، ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں ص ۹۷ مکتبہ جامعہ دہلی ۱۹۷۳ء

۳ رحمان علی، تذکرہ علماء ہند، ص ۱۳۱، نول کشور ۱۹۱۴ء، فقیر محمد جہلمی، حدائق الحنفیہ ص ۲۰۱۔ نول کشور ۱۹۰۶ء ہندوستانی مفسرین ص ۲۴

۴ ملاحظہ ہو تبجیل التنزیل، نصرت المطابع دہلی ۵ تذکرہ علمائے ہند ۲۱۴

۶ عبد الحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار ص ۲۲۱ مکتبہ رحیمیہ دیوبند، غوثی شطاری، گلزار ابرار (اردو) ص ۲۱۲، لاہور ۱۳۹۵ھ

۷ ملاحظہ ہو تفسیر تبصیر الرحمان و تیسیر المنان مطبوعہ، مصر۔ عبد الرحمٰن پرواز اصلاحی، مخدوم علی مہائمی ص ۱۳۸، بمبئی ۱۹۷۶ء ۸ ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں ص ۵۹

۹ ملاحظہ ہو خلاصۃ المنہج مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری اے ایم یو

۱۰ ڈاکٹر ظفر الاسلام، عہد وسطیٰ کے ہندوستان کی فارسی تفسیریں، مجلہ علوم القرآن ۱/۱ جولائی۔ دسمبر ۱۹۸۵ء ص ۱۳۲ ۔ ۱۱ لب الفوائد (قلمی) آزاد لائبریری اے ایم یو، سبحان اللہ کلکشن نمبر ۲۹۷/۱۱۲ / ۲۵ ۱۲ فہرست نسخہ ہائے خطی کتابخانہ گنج بخش لاہور ۳۷

۱۳ مولانا عبد الحئی لکھنوی، نزہۃ الخواطر ۲/۱۹-۱۸، ۱۳ ایضاً ۶/۹۳

۱۴ ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں ص ۸۲

۱۵ اغصان اربعہ ص ۲۴، مطبع کارنامہ فرنگی محل لکھنؤ۔ نیز دیکھئے محمد عنایت اللہ انصاری فرنگی محلی، تذکرہ علمائے فرنگی محل، اشاعت العلوم، لکھنؤ، ۱۹۳۰ء، ص ۱۹۷

۱۶ اغصان اربعہ ص۲۷   ۱۷ تذکرہ علمائے فرنگی محل ص۱۹۸

۱۸ مفتی محمد رضا انصاری، مجلہ علوم الدین، ص۴۹ اے ایم یو، علی گڑھ ۱۹۷۳ء

۱۹ نزہۃ الخواطر ۷/۵۲۷   ۲۰ تذکرہ علمائے فرنگی محل ص۱۹۸

۲۱ نزہۃ الخواطر ۷/۵۲۷، تذکرہ علمائے فرنگی محل ص۱۹۹، مجلہ علوم الدین ص۱۲۶

۲۲ تذکرہ علمائے فرنگی محل ص۱۹۸   ۲۳ ایضاً ص۱۹۷

۲۵ معدن الجواہر جلد ششم ورق ۲۲۵   ۲۶ مقدمہ ورق ۳

۲۷ اس نام کی ایک اور فارسی تفسیر سعد الدین عمر التفتازانی سمرقندی م ۷۹۲ھ نے لکھی ہے، کشف الظنون ۱/۲۴۴   ۲۸ بحر الحقائق والمعانی ابوبکر عبد بن محمد الاسدی مشہور بہ نجم الدین دایہ کی تفسیر ہے (کشف الظنون اول مادہ 'ب')   ۲۹ مقدمہ معدن الجواہر ورق ۶۶۲

۳۰ مقدمہ ورق ۲ب   ۳۱ ایضاً ورق ۲۵۲ب   ۳۲ تفسیر الکوثر

۳۳ معدن الجواہر ۲/۵۲   ۳۴ ایضاً   ۳۵ ایضاً سورۃ الفاتحہ

۳۶ ایضاً ورق ۱۸۵   ۳۷ معدن الجواہر جلد دوم ورق ۱۸۵

۳۸ ایضاً ورق ۱۲۹   ۳۹ ایضاً ۱۲۴   ۴۰ ایضاً ۶/۱۹۴

۴۱ معدن الجواہر ۲/۳   ۴۲ ایضاً ورق ۴۳ب   ۴۳ معدن الجواہر ۲/۲۲۱

۴۴ ایضاً ۲/۱۲۳   ۴۵ جلد ایضاً ۱۳۴   ۴۶ ایضاً ۳۲۳

۴۷ مقدمہ معدن الجواہر ورق ۲۲۵   ۴۸ جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن ۲/۱۰۸، مطبع ازہریہ مصر ۱۹۲۵ء

۴۹ معدن الجواہر ۳/ ورق ۴۵۴   ۵۰ ایضاً ورق   ۵۱ ایضاً ۲/۱۲۹

نوٹ: یہ مقالہ خدا بخش لائبریری، پٹنہ کے قرآنیات پر جنوب ایشیائی سیمنار (منعقدہ ۲۶ تا ۲۸ فروری ۱۹۸۹ء) میں پیش کیا گیا۔